

سُورَةُ الْمَرْءَلِ

سُورَةُ الْمَرْءَلِ وَكَيْفَ تَرَدُّهُ عَنْهُمْ أَيْمَانَ وَمِنْهُمْ كُوْنُوكَ
سورة مزمل مخفی نازل ہری اور اس کی بیس آیتیں ہیں اور دو روکوچے

وَسْمَحَ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

خود اش کے نام سے جو تجدید ہر بار نہایت رحم و لالا ہے

بِأَيْمَانِهَا الْمَرْءَلُ ۝ قُلْ الْيَلَ الْأَقْلِيلُ ۝ نَصْفَهُ أَوْ الْفُضْلُ مِنْهُ قَلِيلًا ۝

اس کہٹے ہیں پیشہ دل کھڑا رہ رات کو پھر کسی رات اُدھی رات یا اس میں سے کوئی نہیں تھا رات کے

أَوْ زَدَ عَلَيْهِ وَرَتَّلَ الْقُرْآنَ تَرَتِيلًا ۝ إِنَّمَا سَنْلِيقُ عَلَيْكَ فَوْلًا ۝

یا زیادہ کر اُنس پر اور کمل کھول کر پڑھو ان کو صفات ہم ملائی و لے دیں بھر بر اکب بات

تَقْلِيلًا ۝ إِنَّ نَاكِشَةَ الْيَلِ هِيَ أَشَدُ وَطَأً وَأَقْوَمُ قَلِيلًا ۝ إِنَّ لَكَ

وزن دار الہست اُپھنا رات کو سخت روندتا ہے اور سردمی تھکنے سے بات بیت بھر کو

فِي النَّهَارِ سَبِحًا طَوِيلًا ۝ وَإِذْ كُرِاسَرَ رَيْفَ وَتَبَتَّلَ إِلَيْهِ تَبَتِيلًا ۝

وں میں شغل رہتا ہے لیا اور بڑھ جاتا ایسا ہے کہ اجھے تیر ملا اسکی طرف سے الگ اور

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَذَلِكَ الَّهُ الْأَهْوَافَ أَنْتَ خَذِلَهُ وَكَيْلًا ۝ وَاصْبَرْ

ماں سرق اور مغرب کا اُس کے سوسائی کی بندی نہیں، سو بچوں کا سکون تبلیغ اور سنا دہ

عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْتَرِ هُمْ هَجْرًا بَهْيَلًا ۝ وَذَرْنِي وَالْمَكْنَدِينَ أُولَئِ

جو پھر بکتی رہی اور جھوٹے اُنی کو بھلی طرح کا پھرنا، اور جھوٹے اُنی کو جو

الْتَّعْذِيزَ وَمَهْلِكَمْ قَلِيلًا ۝ إِنَّ لَدِيْنَا أَنْكَارًا ۝ وَبَحِيمًا ۝ وَطَعَامًا ۝

آدم میں رہے ہیں اور میں نے اُن کو قہری بی، الہست بمارے پاس بیٹاں ہیں اور آنکھ کا ڈھیر اور کھانا مجھ میں

ذَاغْصَةَ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝ يَوْمَ تَرَجُفُ الْأَرْضُ وَالْجَمَالُ وَكَالَّتِ

احکمے والا اور عذاب دردناک جس دن کر کا جنے لی زمین اور پہاڑ اور ہوچاں ہے

الْجَهَالُ كَثِيرًا مَهْيَلًا ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا هَشَاهِلًا عَلَيْكُمْ

ہدایت کے تو سے پہلے ہم نے بیجا تباری طرف رسول پڑالا۔ والا انتہائی ہاؤں کا

کَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْ فَرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ فَعَصَىٰ فَرْعَوْنَ الرَّسُولَ فَأَخْلَنَهُ أَخْذَ
جیسے بیجا فرعون کے پاس رسول پھر کہا نہیں فرعون نے رسول کا پھر بڑی عنیت اس کو
وَبِإِلَهٍ فَكَيْفَ تَتَعَقَّنَ إِنْ كَفَرْتُمْ ۝ وَمَا يَجْعَلُ الْوَلَدُ إِنْ شَيْبَأٌ ۝ وَالشَّاءُ
و بالکل کبڑا پھر کوکر بچا گئے اگر مسکر ہو گئے اس دن سے جو کوئی لڑکوں کو بوڑھا
منقطعہ کان و عده معمول ۝ إِنْ هُنَّ ۝ تَنْ كَرْ ۝ فَمَنْ شَاءَ التَّخْنَ
بیٹھت ہے ایک اسدن ہیں اس کا وعدہ ہوتے والا ہے یہ تو شمعت ہے پھر جو کوئی پایا ہے
إِلَيْهِ سَيِّلٌ ۝ إِنْ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَكْلَكَ تَعْوِمُ مَدْنَىٰ مِنْ لَيْلٍ وَ
ایک بیکھڑا راہ بیٹاں تراپ بجانا ہے کہ تو اٹھتا ہے جو زدیک دو تباہی رات کے اور
نِصْفَةَ وَنَلَثَةَ وَطَلَيْقَةَ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقْدِرُ الْيَلَ وَالنَّهَارَ
آدمی رات کے دو تباہی رات کے اور کچھ توگ پیرے ساق کے اور اٹھ پاتا ہے رات کے اور دن کو
عَلَمَ أَنْ لَنْ تَخْصُصُهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَأَفْرَعُوا وَمَا تَيْسَرَ مِنْ الْقَرْآنِ عَلَمَ
آسٹھا کامن کو پورا کر کر کے سوچ پر معاشری تھوڑی اب پس سوچتا تم کو آسان ہو قران سے جان کر
أَنْ سَيِّكُونَ مِنْكُمْ فَرَضْتُمْ وَآخَرُونَ يَتَبَرَّوْنَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ
کتنے ہوں ۝ تم میں بیمار اور کست اور توگ پھریں ۝ لہک میں ڈھرنہ ہے
مِنْ قَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يَقَاتَلُونَ فِي سَيِّلِ اللَّهِ فَا فَرَعُوا وَمَا
و اش کے قفل کو اور کستے توگ روتے ہوں ۝ اش کی راہ میں سو بیٹھوں یا کرد جتنا
تَيْسَرَ مِنْهُ وَأَقْتَمُوا الصَّلَاةَ وَأَنُوا الزَّكُوْنَ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا
آسان ہو آئیں سے اور قائم رکھو نماز اور دستے رہو رکوڑہ اور قرض دو اونٹ کو اپنی طرح دے
حَسَنَةٌ وَمَا تَقْدِمُ مَوَالَةٌ نَفْسُكُمْ مِنْ حَيْرَتٍ تَحْمُدُ وَهُنَّ اللَّهُ هُوَ خَيْرٌ
قرن دعا اور جو کچھ بھی ہو گئے بھی جو ایسے دستے کوئی نیکی اس کو پاؤ گئے اش کے پاس بہتر
وَأَعْظَمُ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝
اور قواب میں زیادہ اور سالی ماگو اش کے بیکاں اش بخشش والا مہربان ہے

خلاصہ تفسیر

اسے کہڑوں میں پہنچے والے (وجہ اس عنوان سے خطاب کرنے کی یہے کہ ابتدائے بیوت میں قوش
نے دارالندوہ میں بچ ہو کر آپ کے بارے میں مشورہ کیا کہ آپ کی حالت کے مناسب کوئی لقب تجویز
کرنا چاہئے کہ اس پر سب متفق رہیں۔ کسی نے کہا کہ کاہن ہیں، اس کو دسروں نے رد کر دیا کیسی نے

بچوں کہا پھر اس کو بھی سب نے غلط قرار دیا۔ پھر ساری کہا پھر بعض نے اس کو بھی رد کر دیا میں پھر بھی کہنے لگے کہ ساری اس نے ایں کہ دوست کو دوست سے جُدا کرو دیتے ہیں۔ آپ کو یہ خبر پہنچ کر رنج ہوا اور رنج کی حالت میں پڑت گئے۔ اکثر سوچ اور رنج میں آدمی اس طرح کریتا ہے اس نے آپ کو خوش کرنے اور لطف کا اظہار کرنے کیلئے اس عنوان سے خطاب فرمایا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ کو ابو تراب فرمایا تھا۔ غرض آپ کو خطاب ہے کہ ان یاتوں کا رنج نہ کرو بلکہ حق تعالیٰ کی طرف مدد و مصیت کے ساتھ اور زیادہ توجہ بکو اس طرح سے کہ رات کو (نماز میں) فرمے رہا کرو مگر تقویٰ کی رات یعنی نصف رات (کہ اس میں آرام کرو) یا اس نصف سے کسی قدر کم کرو دو (یعنی نصف سے کم قیام کرو اور نصف سے زیادہ آرام کرو اور اس نصف سے کم کا مصدق ایک دو نیٹھ ہے۔ تقریباً تو متعال فیجا بعد وَلَذْتَ) یا نصف سے پچھا بڑا دو (یعنی نصف سے زیادہ قیام کرو اور نصف سے کم آرام کرو اور اس نصف سے زیادہ کا مصدق قریب دو نیٹھ کے ہے۔ تقریباً تو متعال فیجا بعد اُدُنْ مِنْ تَلْقَى الَّيْلِ، "غرض قیام لیل تو امر و جوی سے فرض ہوا مگر مقدمہ در وقت قیام میں تین صورتوں میں اختیار ہے نصف شب، دو تہائی شب، ایک تہائی شب) اور (اس قیام لیل میں) قرآن کو نوب صاف پڑھو (کہ ایک ایک حرف الگ الگ ہو اور ہمیں حکم غیر صلوٰت میں بھی ہے اور تخصیص مضمون مقام کی وجہ سے ہے، آگے قیام اللیل کے حکم کی علت اور صلحت کا بیان ہے کہ ہم اپر ایک بھاری کلام ذاتے کوئی (مراد قرآن مجید ہے جو نہ لول کے وقت بھی آپ کی حالت کو متغیر کر دیتا تھا) بھیسا حدشوں میں ہے کہ ایک بار آپ کی ران زیبین ثابت کی ران پر رکھی تھی، اس وقت وحی نازل ہوئی تو زیبین ثابت کی ران پہنچتے گئی۔ اور جب آپ نہ لول وحی کے وقت تاق پر سوار ہوتے تو تاق گردن ڈال دیتی اور حرکت دکر سکتی اور شدت کے چاروں میں آپ پسندیدہ پسندیدہ ہو جاتے۔ پھر ملاude اس کے اس کا محض نظر رکنا پھر دوسروں ہاتک پہنچا ہے میں کتفیں برداشت کرنا ان اعتبارات سے ثقیل کہا گیا۔ اور مقصد یہ ہے کہ قیام لیل کو شاق نہ کھانا ہم تو اس سے بھی بھاری بھاری کام تم سے لینے والے ہیں۔ قیام اللیل کا حکم آپ کو ابی لئے دیا گیا ہے کہ آپ خود گہر ریاضت کے حس سے استمداؤں نفس اکمل و اتوی، ہو کوکھم آپ پر قول ثقیل نازل کرنے والے ہیں تو اس کے لئے اپنی استعداد کا توکی کرنا ضروری ہے، آگے قیام لیل کی دوسری صلحت ہے کہ شک رات کا اٹھنا نوب موڑ ہے (نفس کے) پلٹنے میں اور (ذعاہ یا قرأت ہو ظاہراً و باطنًا) بات خوب تھیں بلکہ ہے (ظاہراً تو اس طرح کر فرست کا وقت ہوتا ہے الفاظ دعا و قرات کے خوب (المیمان سے ادا ہوتے ہیں اور باطنًا اس طرح کر جی خوب لگتا ہے اور موافقت دل و زبان کا یہی مطلب ہے اور اس کا علت ہونا ظاہرا ہے۔ آگے ایک تیسری علت ہے جس میں تخصیص شب کی حکمت کا بیان ہے وہ یہ کہ بے شک کم کو دن میں بہت

کام رہتا ہے (دُنْبُوی بھی بھی سے تدبیر مہابت خانداری اور دینی بھی جیسے تبلیغ اس لئے ان کاموں کے لئے رات جو بزرگی بھی) اور (علاوه قیام لیل کے جس کا اور ذکر ہوا دوسرے اوقات میں بھی) اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور رب سے تعانی قطع کر کے اُسی کی طرف متوجہ رہو (یعنی ذکر و شبیل سے ہر وقت کا فرض ہے اور تعانی قطع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خاتم کا تلقن مخلوق کے سب تعلقات پر غالب ہے، آگے توحید کے ساتھ اس کی تاکید اور تصریح ہے یعنی) وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اُس کے سواؤ کوئی قابل عبادت نہیں تو اُسی کو اپنے کام سپرد کرنے کیلئے فرادی سے رہو اور یہ لوگ جو جو باشیں گرتے ہیں ان پر صبر کرو اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ (الگ ہونا یہ کہ کوئی تعانی نہ رکھو اور خوبصورتی سے یہ کہ ان کی شکایت و انتقام کفر میں مت پڑو) اور (آگے ان کے عذاب کی خبر دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے) بھجو اور ان جھشلانے والوں کو ناز و نعمت میں رہنے والوں کو (حالت موجودہ پر) چھوڑو (یعنی رہنے دو و مرتقبہ دریافتی فتنہ فتنی و منی یہ گلاب پیشہ اللحد یعنی) اور ان لوگوں کو خشور دلوں اور ہمایت دیو (یہ کہا ہے صبر و انتشار سے یعنی پچھوں دن اور صبر کر لیجھے عنقریب ان کو سزا ہونے والی ہے کیوں کہ) ہمایہ بیان بیڑاں ہیں اور دروزخ عذاب ہے اور لگلے میں ہنس جانے والا کھانا ہے (وہنہ اکقوله یَتَجَرَّعُ وَلَا يَكَادُ يُسْتَيقِنُ) اور دروناک عذاب ہے (پس ان لوگوں کو ان چیزوں سے سزا دی جاوے اگی اور یہ سزا اس روز ہو گی) جس روز زمین و پہاڑی طبلے لہیں اور پہاڑ (زیرہ ریزہ ہو گک) ریگ روان ہو جاؤ ہیں کے (پھر اُڑتے پھریں گے آگے مکدیں مذکورین کو بطور انتقام کے خطاب ہے جس میں اثبات رسالت و تحقیق و عید بھی ہے یعنی) پہنچ کم نے تھا رے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو مپر (قیامت کے روز) گواہی دیں گے (کہ ان لوگوں نے تبلیغ کے بعد کیا برتاؤ گیا) بیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک ایک رسول بھیجا تھا، پھر فرعون نے اس رسول کا کہنا رہ مانا تو فرعون نے اُس کو سخت پکڑنا پکڑا سو اگر تم (بھی) بیشت رسول کے بعد ناگرمانی اوس کھفر کر دے گے تو (اسی طرح ایک روز تم کو بھی صیبت بھکٹنا پڑے گی چنانچہ وہ صیبت کا دن آئنے والا ہے سوم) اُس دن (کی صیبت) سے لیکے بچوں کے جو (اپنی خدتر اور طول کی وجہ سے) بچوں کو بڑھا کر دے گا، جس میں آسمان پھٹ جاوے گا بے خک اُس کا وعدہ ضرور ہو کر رہے گا (یہ بھی احتمال نہیں ہے کہ وہ وقت مل جاوے) یہ (تمام مضمون) ایک (یعنی) نصیحت ہے موجود کا ہی چاہے اپنے پر درگار کی طرف رستہ احتیار کرے (یعنی اس تک پہنچنے کے لئے دین کا رستہ قبول کرے، آگے اس قیام لیل کی فرضیت کا تجھ ہے جو شروع سورت میں مذکور تھا یعنی) آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے سامنہ والوں میں سے بھی اُدھی (بھی) دو تہائی رات کے قریب اور (بھی) آدمی رات اور (بھی) تہائی رات (نماز میں) کھڑے رہتے ہیں اور رات اور دن

کا پورا اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے اس کو معلوم ہے کہ تم اس (مقدار وقت) کو ضبط نہیں کر سکتے (ادرس و جوہ سے تم کو سخت مشقت لاتی ہوئی ہے کیونکہ اندازے تجھیں کرنے میں تو شبہ رہتا ہے کی کہ اور اندازے زیادہ کرنے میں تمام رات کے قریب صرف ہو جاتا ہے تاکہ وقت مقدمہ بقیتا ہو رہا ہو جاوے اور ان دونوں امر میں مشقت شدید ہے روحانی یا جسمانی) تو (ان وجہ سے) اس نے تھارے حال پر عنایت کی (اور اس سے پہلے حکم کو منسوخ فرمادی) سو (اب) تم توک چتنا قرآن آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھ لیا کرو (و مادا اس قرآن پڑھنے سے تجدید پڑھنا ہے کہ اس میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور یہ امر تجہب کے لئے ہے۔ مطلب یہ کہ تجدید کی فرضیت منسوخ ہو گئی اب جقدر وقت تک آسان ہو بلکہ استحباب کے اگرچا ہو پڑھ لیا کرو اور منسوخ ہوئے کی اصل علت مشقت ہے جس پر عالم آن پن تھصودہ کا قرین ہے اور اس قبل کامضون اسکی تجدید ہے، آگئے اسی فتح کی دوسری علّت کا بیان ہے کہ پیغامہ ادمی تم میں بیار ہو گئے اور بعض تکلیف معاشر کے لئے تکمیلی سخرا کریں گے اور بعض الشر کی راہ میں ججاد کریں گے (اس لئے بھی اس حکم کو منسوخ کر دیا کیونکہ ان حالتوں میں پابندی تجدید اور اس کے اوقات کی تکمیلی) سو (اس لئے بھی تم کو اجازت ہے کہ اب) تم توک چتنا قرآن آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھ لیا کرو، اور (گو) تجدید منسوخ ہو گیا لگر یہ احکام اسی باقی دینی یا کر) نماز (فرمن) کی پابندی رکھو اور رکلوہ دیتے رہو (قدم تفہیرہ فی اآل المؤمنین) اور الشور کو یہ طرح (دینی اخلاص سے) قرض دو اور جو نیک عمل اپنے لئے آگے (ذخیرہ آفترت کا بنا کر) صحیح و کے اس کو الشور کے پاس پہنچا، اس سے اچھا اور خوب میں ڈالا پاؤ گے (یعنی ذمیتی اغراض میں فرن کرنے سے جو عرض اور نفع مرتب ہوتا ہے اس سے پہنچا اور علم نعمات خیر پر میرگا) اور الشور کے گناہ محافت کرتا تھا رہو، بشیک اللہ تعالیٰ غفور رشیم ہے (استغفار بھی ان ہی احکام باقی میں ہے)

معارف و مسائل

لَيَأْتِهَا الْمُؤْمِنُوْلُ، فُتُّرْ قُلْ، كَنْفُلْيْ مِنْ اپْنِي كِبْرِيَّتِيْ لِيَتَّهِ دَلَالًا۔ تَقْرِيْبًا اسی کا ہم معنی لفظ مذکور ہے جو اگلی سورت میں آ رہا ہے ان دونوں سورتوں میں رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسمی حالت اور مخصوص صفت کیسا تھا خطاب کیا گیا ہے کیونکہ اس وقت رسول اللہ علیہ وسلم شدتِ نبوت و فتنہ کے سبب سخت سردی حسوس کر رہے تھے اس لئے اپنے اپنے کپڑے ڈالنے کے لئے فرمایا کیپڑے ڈال دیے گئے تو اپ ان میں پہنچ گئے۔ واقعہ اسکا صحیح من خاری و سلم میں حضرت جابر رضی کی روایت سے یہ ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم فترتِ دھی کے نامے کا دکر فرمادے تھے فترت کے لفظی معنی سست یا بندہ ہو جانے کے لئے، واقعہ استکای پیش آیا تھا کسب سے پہلے فارہار میں بھی کرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جرسیں نازل ہوئے اور سورہ اقران کی ابتدائی آیتیں اپ کو سنائیں۔ یہ فرشتہ کا نزول اور دھی کی شدت پہلے بھل کی جسکا اثر طبعی

ٹوپر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لے گئے سخت سردی حسوس کر رہے تھے اس نے فرمایا زبدوی زبدوی بینی دھاپنے بھجے دھاپنے تو۔ اسکا مفصل اور طولی واقعیت خواری کے پہلے ہی باب میں ذکر ہے اس کے بعد کچھ دونوں سکھ میں سلسلہ دھی بند رہا زمانہ فترت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دو میں جل رہا تھا کہ اچانک میں قے آداز سی تو نظر انسان کی طرف اٹھائی دیکھتا ہوا کروں کروہ ہی فرشتہ جو فارہار میں کیسے پاس ایسا ہماں دزین کے درمیان ایک سلیکنی کریں پر بیٹھا ہوا ہے۔ مجھے ان کو اس بیثت میں دیکھ کر پھر وہ رہی رعبت بیثت کی کیفیت طاری ہو گئی جو پہلی طاقت کے وقت پوچھی تھی میں واپس اپنے گھر جلا آیا اور گھر والوں سے کہا کہ مجھے ٹھانپ دو اُس پر یہ آیت نازل ہوئی یا یہاں المدعى فرث، اس حدیث میں آیت یا یہاں المدعى فرث کے نزول کا ذکر ہے ہو سکتا ہے کہ اسی حالت کو بیان کرنے کے لئے یا یہاں المدعى فرث کا خطاب بھی اکیا ہو اور یہی ہو سکتا ہے کہ نظمِ مژمل کے اقبیت کا اقصیٰ الگ وہ ہو جو خلاصہ تفسیر میں بیان ہو گے، اس عنوان سے خطاب کرنے میں ایک خاص لطف و عنایت کی طرف اشارہ ہے جیسے محبت و شفقت میں کسی کو اس کی وقیع مالک کے مخفی عنوان سے مخفی تلقین کے لئے خطاب کیا جاتا ہے (روح الممالی) اس عنوان میں خاص سے خطاب فرمائیا کہ ناظمِ مژمل کے اقبیت کا اقصیٰ الگ وہ ہو جو خلاصہ تفسیر میں بیان نماز تجدید کے احکام اور اسی تبدیلی ناظمِ مژمل اور مذکور خدا سکاپت دیتے ہیں کہ یہ آیات بالکل شروعِ اسلام اور نازل قرآن کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی ہیں جبکہ اس وقت پاچ نمازیں اُمت پر فرض نہیں بودی تھیں لیکن کچھ پاچ نمازوں کی فرضیت تو شہزادے ہوئی ہے۔

امام زوہی نے حضرت صدیقہ عائشہؓ وغیرہ کی احادیث کی بناء پر یہ فرمایا ہے کہ اس آیت کی رو سے قیام القیل یعنی رات کی نماز شوال انشدھل اٹھ علیہ وسلم اور تمام اُمت پر فرض تھی اور یہ اس وقت کا واقعہ جب پاچ نمازیں فرض نہیں تھیں۔

اس آیت میں قیام السیل یعنی تجدید کی نماز کو صرف ہی نہیں کیا گی بلکہ اسیں کم از کم ایک جو شخصی رات سے شخوں رہنا بھی فرض قرار دیا گیا ہے کیونکہ آنکہ آنکہ اس آیات میں اصل حکم یہ تھا کہ تمام رات باستثناء تقلیل نماز میں مشغول رہیں اور استثناء تقلیل کا بیان اور تمام اُمت پر فرض اُمّت کے لئے فرمیں تھیں۔

امام زوہیؓ روایت حدیث کی پہنچ پروفیٹ ہیں کہ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خاتم الرحم رات کے اکثر حصہ کو نماز تجدید میں صرف فرماتے تھے یہاں تک کہ ان کے قدم و دم کر گئے اور جیکہ فاصبحاری مسلم ہوا۔ سال بھر کے بعد اسی سورت کا آخری حصہ ماقبلہ خاتمۃ تحدیثہ نماز ہوا جس نے اس طور پر قیام کی پابندی منسوخ کر دی اور اختیار دیا یا کتنی درکی کے لئے آسان ہو سکے آنذاق تحریک کرنا نماز تجدید میں کافی ہے یہ مضمون ابوداؤ ونسای میں حضرت صدیقہ عائشہؓ نے منقول ہے اور حضرت

بن عباس رضی فرمایا کہ جب پانچ نمازوں کی فرضیت شب مراجع میں نازل ہوئی تو نماز تہجد کی فرضیت منور خود گئی البته مت پھر بھی، بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس پر داد دست ایضاً اسی طرح کثر صحابہ کرام پڑھی پابندی سے نماز تہجد کا کرنے سمجھا۔ اب الفاظ اسیت کی تفسیر کیجئے ارشاد فرمایا، فی الحال لَا تَقْبِلُكُمْ الْأَيَّلَةُ، الْأَيَّلُ پر افتalam داخل ہونے سے اس نے پوری رات کے منتهی دیے تو طلب آیت کا یہ پوچھا کہ آپ ساری رات قیام ایک میں مشغول ہوئے ہو تو قلیل سبب میں مقام اس لئے آگے اس کی تشریح اس طرح فرمادی تفصیل آفیں مذکورہ تفصیل مذکورہ یعنی اب آپ نصف رات قیام فرمائیں یا نصف سے کچھ کم کر دیں یا نصف سے کچھ بڑھا دیں۔ یہ بیان الاقلیل کے استثناء کا ہے۔ اس نے اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ نصف تو قلیل نہیں کہلاتا۔ جواب یہ ہے کہ رات کا ابتداء حصہ تو نماز مغرب پہنچ شروع و غیرہ ہیں گز بھی جاتا ہے اب نصف سے مراد یا قیامانہ کا نصف ہو گا وہ جو عسر رات کے اقباب سے قلیل ہے اور اس آیت میں چونکہ نصف سے کم کرنے کی بھی اجازت ہے نصف سے زائد کرنے کی بھی اسے جو ٹوکرے اسکا یہ عاصل ہوا کہ اسکی چونکہ نمازی رات سے کچھ زیادہ قیام ایک میں مشغول رہنا غرض ہو گا۔

ترتیل اس کا مطلب [وَرَتِيلُ الْقُرْآنَ لَقَبْلَةً]، ترتیل کے لفظی معنی نکال کو ہولت اور استقامت کے ساتھ مندرجہ ترکیبات کے ہیں (مفروقات امام راغب) مطلب آیت کا یہ ہے کہ تلاوت قرآن میں جلدی نہ کریں، بلکہ ترتیل و تہمیل کے ماتحت ادا کریں اور ساتھی اسکے معانی میں تبدیر و خود کریں (قرطبی) درستن کا عطف تحریکیں پر ہے اور اسیں اسکا بیان ہے کہ رات کے قیام میں کیا کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز تہجد اگرچہ قرات دیخ، رکوع و سجود بھی اجزاء نماز پر شتم ہے مگر اسیں اصل مقصود قرات قرآنی ہے اسی لئے احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز بہت طویل ادا فرماتے تھے، یہی عادت صحابہ تابعین میں مرووف رہی ہے۔

مسئہ۔ اس سے یہی معلوم ہوا کہ قرآن کا صرف پڑھنا مطلوب نہیں بلکہ ترتیل مطلوب ہے، جس میں ہر کلمہ صفات اور صیحہ ادا ہو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ترتیل فرماتے تھے حضرت ام مسلمہ سے بعض لوگوں نے رات کی نماز میں آپ کی تلاوت قرآن کی تیفیت کی تو انہوں نے نقل کر کے بتایا جس میں ایک ایک حرف واضح تھا (ترنہی۔ ایڈاؤ۔ نسائی۔ ازمطبی)

مسئہ۔ ترتیل میں تھیں صوت یعنی بعد راحت خوش آوازی سے پڑھنا بھی شامل ہے حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشا تعالیٰ کسی کی قرات دلادت کو ایسا نہیں سنبھالیا جیسا اسی کی تلاوت کو سنبھالتا ہے جو خوش آوازی کیسا تھا جو انشا تعالیٰ کی تلاوت کرے (مطہری)

حضرت علقم نے ایک شخص کو صوت کیا تھا تلاوت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا لقد رتل القرآن

قد ادا ای دوائی، یعنی اس شخص نے قرآن کی ترتیل کی ہے یہ رسمے ماں باپ اس پر قربان ہوں (قرطبی) اور اصل ترتیل وہی ہے کہ حروف و الفاظ کی ادائیگی بھی صحیح اور صاف ہو اور رسمتے والا کسی مسامنی پر خود کر کے اُس سے مٹا دیتے ہیں اور ہم ہو جیسا کہ حسن بصری رحمہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص پر ہوا جو قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا اور وہا تھا آپ نے تو گوں سے فرمایا کہ تم نے انشا تعالیٰ کا یہ کیم سنایا ہے دو ترتیل لفظی اُن تک قبیلاً۔ بس یہی ترتیل ہے (جو یہ شخص کہ رہا ہے) اذ قرطبی

ایسا تسلیقی مٹیک فتوالا قبیلاً، تسلیق کے معنی بھاری کے ہیں اور قول تسلیق سے مراد قرآن ہے کیونکہ اس کے بیان کردہ ملال و حلام اور جائز اور ناجائز کے حدود کی دامنی پابندی بھی طور پر بھاری ہے بھر اسکے کہ جس کے لئے انشا تعالیٰ اس کو انسان بنادے اور قرآن کو قول تسلیق اسوجہ سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسکے نزوں کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاص وزن اور شدت مخصوص فرماتے تھے جس سے نہتہ بڑی کے زمانے میں ہمیں آپ کی پہلیانی پسیسہ پسیسہ ہو جاتی تھی اور اگر سوچتے کسی اذکر پر سوار ہیں تو وہ اس کے بوجود سے اپنی گردن والدیتی تھی جیسا کہ احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں (یعنی بخاری و دیغو) اس آیت میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ نماز تہجد کا حکم اعلیٰ دیا گیا کہ انسان شقت اٹھانے کا خوبگز بنتے۔ یہ رات کو نیند کے نباہ اور نش کی راحت کے خلاف ایک جباد ہے اس کے ذریعہ قلیل بوجمل احکام کی برداشت انسان ہو جائے گی جو قرآن میں نازل ہونے والے ہیں۔

ایسا تسلیقی الیکل لفظ ناکشہ ہو جو نمازی کے بعد رات کی نماز کے لئے اٹھانا ناشتا ایک ہے اس سختی کے ہونا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ سونے کے بعد رات کی نماز کے لئے اٹھانا ناشتا ایک ہے اس سختی کے لفظ نما ناشتا الیکل بمعنی تہجد ہو گیا کیونکہ تہجد کے لفظی معنی سبی رات میں سوکر اٹھنے کے بعد نماز پڑھنے کے لئے ایک ہے۔ این کیمان نے فرمایا کہ آخر رات کے قیام کو ناشتا ایک ہما جاتا ہے۔ این زیاد نے فرمایا کہ رات کے جس سختی میں بھی کوئی نماز پڑھی جائے تو نماز ایک ہے۔ اور حضرت حسن بصریؓ نے فرمایا کہ عشار کی نماز کے بعد ہر نماز ناشتا ایک میں داخل ہے۔ این ابی میلکہؓ نے فرمایا کہ نماز ناشتا عینی اور ابین زیر ضمی انشعر عنہا سے ناشتا ایک کے معنے پوچھے تو انہوں نے فرمایا ایک کہ نماز ناشتا عینی رات کے ہر حصہ کی نماز ناشتا ایک میں داخل ہے (مطہری)

ان مجموعہ اقوال میں کوئی تضاد نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قیام ایک ایل اور ناشتا ایک ایل کا ضہر و مہل میں ہام ہے رات کے کسی بھی حصہ میں جو نماز پڑھی جائے اس پر ان دونوں لفظوں کا اطلاق ہو سکتا ہے جس سے صاف جو نماز عشار کے بعد ہو جیسا کہ حسن بصری کا قول ہے تین چانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبود مجاہد تابعین اور مصالحائے امت کا ہمیشہ یہ عمل رہا ہے کہ اس نماز کو سوکر اٹھنے کے بعد آخر شبین ادا کرنے تھے اس لئے وہ فضل اعلیٰ اور وجہ بركات زیادہ ہے اور نفس مست قیام ایک ایل اور ناشتا ایک کی عشار کی نماز کے

بخدمت زمان لفظ سے ادا ہو جاتی ہے:

ہی آنکھیں نہیں، کتنی میں دار قرائیں ہیں، مشہور قراۃ بفتح الواو و سکون الطاء بر زن صرف ٹپ کر جائیں
معنی روزنے اور پکی کے آئتیں، اس کے اعتبار سے مطلب یہ ہر کجا کہ رات کی نماز نفس کشی اور نفس کو کچھ نہیں بہت میں
ہو، این نفس کو قابوں کھٹکے اور زماں خواہ شات پڑا شکے رہنے میں نماز تجدید ہے ہری مذملتی ہی خلاصہ تفسیر کو کوہی
اسی کو اعتماد کریا گیا ہے۔ درسری قراۃ میں وطاء بکسر الواو بالالف المزدوجہ بر زن کتاب ہر اس صورت میں
یہ مواطہ معنی موافقت کا مصطلہ ہے قرآن کریم کی آیت بیون المطہرۃ العینۃ ماتحثہ میں اسی موافقت کے معنی میں آئندہ
میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن زید سے اس کے بیہی معنی متفق ہے این زینتے فرمایا کہ رارے ہر کرا رات کے وقت نماز
کے لئے اٹھنا قبل باغہ کان اور زبان سب میں باہمی موافقت پیدا کر نہیں شد ہے، یعنی ہبہت زیادہ موثر ہے،
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اک امشٹ و قطا کے معنی ہے این کہ کان اور قلب میں اس وقت زیادہ مواث
ہوئی ہے اک رات کا وقت عموماً کاموں سے فراغت اور ضرور و شبے سے بخات اور سکون کا وقت ہوتا ہے، اس
وقت جو الفاظ زبان سے تخلیل گے اپنے کان بھی ان کو سنبھل گے اور دل بھی حاضر ہو گا،

وَأَقْوَمْ قُتْلَةً، اور اقوم کے معنی زیادہ ستیعیم و درست اور زیادہ ثابت کے ہیں۔ مزاد

یہ ہے کہ رات کے وقت میں تلاوت قرآن زیادہ درست اور جاؤ اور شبات کیسا تھد ہو سکتی ہے کیونکہ
محنت قسم کی آوازوں اور شور و غم سے تقلب اور زہن شوش نہیں ہوتا۔

خلافہ اس آیت کا بھی حکم قیام العمل کی حکمت بیان کرنا ہے اس سے بھی آیت میں جو اس کی
حکمت ارشاد فرمائی گئی تھی ایسا سختی تھی کہ تو اک تھیلہ، یہ تو آخرت محل انش علیم کی ذات کو کی
کے ساتھ خاص تھی کہ توی تھیلہ یعنی قرآن کے نزول کا حقن اکبھی کی ذات سے ہے۔ اس درسری آیت
میں جو حکمت بیان ہوئی وہ سب امت کے لئے عام ہے کہ رات کی نماز میں دو صفت ہیں اول ثابت زبان
میں موافقت درستے تلاوت قرآن میں بوجہ سکون کے آسانی۔

إِنَّكَ أَكْفَافُ النَّهَارِ سُبْحَانَ طَوْبِيْلَةً، فَظَاهِرُكَ فَلْفَلَتِيْلَةً، فَظَاهِرُكَ فَلْفَلَتِيْلَةً، فَظَاهِرُكَ فَلْفَلَتِيْلَةً، فَظَاهِرُكَ فَلْفَلَتِيْلَةً،
سے پانی میں تیرنے کو بھی فتح اور سباحت کہا جاتا ہے کہ پانی میں بیکری اور کاٹ کے گھومنا پھرنا تیرکی کے ساتھ
آسان ہے۔ یہاں مراد فتح سے دن بھر کے مسائل میں جن میں تعلیم و تبلیغ اور اصلاح خلق کے لئے اپنی معاشر
مصلحت کے لئے چنان پھرنا سب داخل ہیں۔

اس آیت میں قیام اتیل کے حکم کی تیسری حکمت و صلحت کا بیان ہے یہ بھی آخرت محل انش علیم کو
پوری امت کے لئے عام ہے وہ یہ کہ دن میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح درستے بھی حضرات کو
بہت سے شامل پڑنے پھرنے کے رہتے ہیں۔ فراغت بالی سے عبادت میں توچ شکل ہوتی ہے رات کا
وقت اس کام کے لئے رہنا چاہیے کہ بقدر ضرورت نہیں اور آلام بھی ہو جائے اور قیام ایل کی عبادت بھی۔

فَأَنْهَى حَضْرَتَ فَقِهَارَ نَفْرَايَا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ علام و مشائخ جو تعلیم و تربیت اور صلاح
خلق کی خدمتوں میں لگے رہتے ہیں ان کو بھی چاہیے کہ کام دن ہی کم محدود رہنے چاہیں، رات کا وقت
الش تعالیٰ کے حضور حاضری اور عبادت کے لئے فارغ رکھنا بہتر ہے جیسا کہ ملائے سے سلف کا تعالیٰ اپر شاہد
کوئی وقایتی ضرورت دینی، قلبی، سلیمانی بھی اتفاقاً فارات کوہی اسیں شفول رکھتی کی داعی ہو تو وہ بقدر ضرورت
مشتملی ہے۔ اس کی شہادت بھی بہت سے حضرات علماء و فقہار کے عمل سے ثابت ہے۔

وَإِذَا كُنْتُ أَسْتَرَ رِتَّابَ وَبَتَّلَ إِلَيْكُو تَبَرِّيْلَةً، تَبَقْلَ كَفْلَتِيْلَةً مَنْهُ مَنْهُ مَنْهُ مَنْهُ مَنْهُ مَنْهُ
میں لگ جانے کے میں وَإِذَا كُنْتُ أَسْتَرَ رِتَّابَ وَبَتَّلَ إِلَيْكُو تَبَرِّيْلَةً، کا علطت فَجُوْلَيْلَةً پر ہے جیسیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہی اسی
یعنی رات کی نماز کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ضمن میں دن کی خاص عبادتوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا
گی کما فی قولہ ایق اکفیف الشہادت سبیح طوبیْلَةً۔ اس آیت میں ایک بھی عبارت کا حکم ہے جو رات یاد کے
ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وقت اور ہر حال میں جاری رہتی ہے وہ ہے ذکر اللہ اور مراد ذکر اللہ کے حکم سے
اگر پر مدد ملت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تو قصور ہی نہیں ہو سکتا کہ اپ بالکل ذکر کر کے ہوں
اس کی حکم کا نشانہ دوام ذکر کی ہو سکتا ہے (منظہری) اور مراد آیت کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو حکم دیا گیا کہ ذکر اللہ کو شیف روزہ بروقت جاری رکھیں نہ کبھی ذہول ہونا چاہیے نہ گستی۔ اور مراد
اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ ذکر اللہ سے مراد عام لیجا جائے خواہ زبان سے ہو یا طلب سے یا عقداً و جاری کوہی اسی
کے احکام میں مشمول رکھنے سے۔ اور ایک حدیث میں جو حضرت صدیقہ عائشہ رضی رک روایت سے آیا ہے کہ
کان بن کرللہ علی محل حین، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر فراتے تھے یہ بھی اسی
محنت کی رو سے صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ بیت الحلا وغیرہ میں آپ کا ذکر کسانی تک نثار دیا تھا حدیث سے
ثابت ہے مگر ذکر قلبی ہر وقت جاری رہ سکتا ہے اور ذکر ظہیری کی دو صورتیں ہیں ایک اتفاقاً متخیل کے ذریعہ
ذکر کرنا، دوسرے ایش تعالیٰ کی صفات و کمالات میں غور و کفر کرنا، کافا رہنے کی مخالفی تدریس سرہ۔

وَوَسِّعَكُمْ اس آیت میں دیا گیا کہ تبَلَّكَ إِلَيْكُو تَبَرِّيْلَةً، یعنی اپنے تمام مخلوقات سے قطب نظر کے صرف
الش تعالیٰ کی رضا جو جو اور اس کی عبادت میں لگ جائیں اس کے عام مفہوم میں اللہ کی کامیابی اور اس کو
کوشش کی رکن کرنا بکلہ خاص اللہ کے لئے عبارت کرنا بھی داخل ہے اور بھی کہ اپنے تمام اعمال و افعال
اور حركات و مکنات میں نظر اور بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر رہنے کی خلوق کو نفع و مضر کا مکاپ یا حاجت ردا
اوہ سکل کشا نہیں حضرت ابن زید نے فرمایا کہ تبل کے سنت یہ ہیں کہ تمام دنیا و ما فیها کو چھوڑوں اور صرف
اوس پیزی کی طرف متوجہ رہیں جو اللہ کے پاس ہے (منظہری)، یعنی جس تبَلَّكَ اور مخلوق سے قطب تعلق ہے کا حکم اس
آیت میں دیا گیا ہے وہ اس ترک احتملات اور کر دنیا سے بالکل منفصل ہے جس کو قرآن میں وہ سبانت کہا ہے
اور اسکی نہت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ طبقہ تینیں عوہا۔ اور جس کے تعلق حدیث میں ہو کہ دینی تھا اسلام

کیونکہ رہبانت اصطلاح ستر میں اُس ترک دنیا اور ترک تعلقات کا نام ہے جس میں تمام لذائے اور حلاں طلب اشیاء کو بہت سی عبارت چھوڑ دی جائے یعنی یہ اعتقاد ہو کہ ان حلاں چیزوں کے چھوٹے سے بخیر اشتعال کی رضاہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ یا عملًا ترک تعلقات اس طرح کرے کر لوگوں کے حقوق داجہ کی رہایت نہ کرے ان میں خل آئے اور یہاں جس تبیث اور ترک تعلق کا حکم ہے وہ یہ ہے کہ اشتعال کی تعلق پر کسی دوسری خلوق کا تعلق غالب ہے تو اسے تعلق نہ ہوا اعتقداً یا عملًا اور ایسا ترک تعلق ذیروی تمام معاملات ازدواج و تکاح اور تعلقات رشتہ داری و فیروز کے منافی نہیں بلکہ ان سب کے ساتھ جب ہو سکتا ہے جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری زندگی اور شماں اس پر شاہد ہیں۔ یہاں جس مفہوم کو نظر ثانی سے تغیری کیا گیا ہے اسی کا دوسرا عنوان سافت صالحین کی زبان میں اخلاص ہے۔ (منظموی)

فائدہ چھوٹے ذکر اشتعال کثرت اور تعلقات دنیا کے ترک کے مقابلے میں صوفیا کے کرام سلف و خلفاء سے آگے رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم جس مسافت کو طے کرنے اور راستہ قطع کرنے میں دن رات گھنے ہوئے ہیں درحقیقت اس کے دو قدم ہیں۔ پہلا قدم خلوق سے اقطع ہے اور دوسرا قدم وصول الی اشتعال ہے۔ اور یہ دو قدم ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزم ہیں۔ آئیت مذکورہ میں اُنہیں دو قدموں کو دو جملوں میں عطف کر کے بیان فرمایا گیا ہے **وَذَلِكَ إِنْهُ دُرْجَةٌ تَّقِيَّلُ إِيمَانَهُ**۔

یہاں ذکر اشتعال سے مراد اس پائی مادہ موت ہے جس میں بھی قصور و نقصان ہو اور کسی وقت اُس نے ہول نہ ہو۔ یہی وہ مقام ہے جس کو صوفیا نے کرام کی اصطلاح میں موصول الی اللہ کہا جاتا ہے۔ اس طرح پہلے جملے میں آئی قدم کا ذکر فرمایا اور دوسرے جملے میں پہلے قدم کا۔ ترتیب شاید اس لئے بدل گئی کہ اگرچہ عمل ہی تبیث یعنی قطع تعلقات (بالمحتالمذکور) مقدم ہے اور وصول الی اشتعال کے بعد اس پر مرتب ہوتا ہے پھر جو کہ مقصود ساکن کا یہ دوسرا یہ قدم ہے اور یہی درحقیقت مقصود المقصود ہے اس کی اہمیت و افضلیت بتلانے کے لئے تربیت بیوی دخوی کو بدل کر ذکر اشتعال کو مقدم بیان فرمایا گی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فاطمہ دوقد مول کو حبوب بیان فرمایا ہے

تعلق جاپ است و بے چالی ۷۔ چو ہوندہ با مجلسی و اصلی

ذکر اس ذات یعنی اشتعال کا اس آئیت میں ذکر اشتعال کے حکم کو لفظاً اسم کیسا تھا مقید کر کے وذاکرہ مسمی دریق تحرک ارجمند سا سورہ ذکر و عبادتیں فرمایا اسیں اشارہ اس طرف نہ کلتا ہے کہ اس کو بینی اشتعال کا محکم اسی مطلوبہ ماورہ ہے (منظموی) بعض علماء نے جم صرف اس ذات اشتعال کے تکرار کو بعدت کہدا یا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسکو بعدت کہنا صراحت نہیں۔ والاشتعال علم رکش المشتري و المغير لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَاتِلُهُ وَ كَيْلَهُ، وَ كَيْلَهُ، وَ كَيْلَهُ، وَ كَيْلَهُ، وَ كَيْلَهُ، وَ كَيْلَهُ کو کہا جاتا ہے جس کو کوئی کام پر کر دیا جائے۔ فاقیحہ و فقیہہ کا مفہوم یہ ہوا کہ اپنے سب کاروبار

معاملات اور حالات کو اشتعال کے پروردگار و ماسی کا نام اصطلاح میں تو تعلق ہے۔ اس سورت میں جو احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے گئے ہیں یہ انہیں پاچوں حکم ہے۔ امام یعقوب کری رحمۃ الرشیعہ نے فرمایا کہ شرعاً سورت سے اس آئیت تک مقامات سلوك کی طرف اشارہ ہے لیکن تراجم میں اشتعال کی عبارت کے لئے خلوات۔ قرآن کریم میں اشتعال۔ ذکر اشتعال روایت۔ ماسٹوی اشتعال سے امور میں دزرك عنان۔ اشتعال کے لئے خلوات۔ تو تعلق کے آخری حکم سے پہلے اشتعال کی شاذی کی صفت ریت المشرق و المغارب بیان کر کے اسئلہ اشارہ کردیا کہ جو ذات پاک مشرق و مغرب یعنی سارے جہاں کی پانچ دنیا اور ان کی تمام ضروریات بنتا سے انتہا تک پورا کرنے کی مخلوق ہے۔ تو تعلق اور بھروسہ کرنے کے قابل صرف دھی ذات ہو سکتی ہے اور اس پر بھروسہ کرنے والا کبھی محروم نہیں رہ سکتا جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے دمین یعنی تعلق علی اللہ فتوح و حسبیۃ العینی بچھوپن اشتعال پر تو تعلق (بھروسہ) کرتا ہے اشتعال کے سب مہمات و مشکلات کیجیے کافی ہو جائے تو تعلق کے معنی شرعی اشتعال پر تو تعلق اور بھروسہ کے معنی نہیں کہ کسی معاش اور دفعہ بلا کے جو سایاب و آلات قدرتی حق نہیں اپ کو عطا فرمائے ہیں ان کو معلم کر کے اشتعال پر بھروسہ کر دیا بلکہ حقیقت تو تعلق کی وجہ ہے کہ اپنے مقاصد کے لئے اشتعال کی دی ہوئی قوت و قوانینی اور جو اسیاب بیتزاں اُن سب کو بواسطہ کرو جو اسیاب اور مخلوق اور اپنے ایک زیادہ کردار اعمال اختیار یہ کو کر لیتے کہ بعد نہیں کو اشتعال کے پروردگار کے پروردگار کے پروردگار ہو جاؤ۔

تو تعلق کا یہ فہم خود رکوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتعال کی راستہ ارشاد فرمائی ہے۔ امام فتحی نے شرح السنۃ میں اور یقینی نے شعب الایمان میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان نفسان تصور حجتی تسلیکل برزقہ الالا تلقوا اللہ واجملو ای الطلب (منظموی) یعنی روح القدس (بجزیل این) نے میرے دل میں یہ بیات ڈالی ہے کہ کوئی شخص اسوقت تک نہیں مریچا جب تک وہ اپنے مقدوریں لکھا ہو اشتعال کا رزق پورا پورا حاصل نہیں کر سکیا، اس لئے تم خدا سے ڈردا درا نے مقاصد کی طلب میں اختصار سے کام لو، زیادہ منہک ہو کہ قلب کی توجہ ساری اتفاقیں مادی اسیاب دلائل میں محدود ہو کر رہ جائے۔ اور اشتعال پر تو تعلق کرو۔ اور ترددی میں حضرت ابوذر غفاری رضی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ترک دنیا سرکانام نہیں کنم اپنے اشتعال کی طرف جو چیزوں کو حرام کرو یا جام تھام کے پاس ہم اُسے خواہ تجوہ اٹا دو، بلکہ ترک دنیا سرکانام ہے کہ تھام اعتماد اشتعال کے ہاتھ میں جو چیز ہے اس پر زیادہ ہو بہبتد اُسکے جو مغارے ہاتھ میں ہیں ہے (منظموی)

کاظمی لا عکی مایقون و اه جو هر جھیل، بقول امام کری یہ چھٹا حکم بھروسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے یعنی لوگوں کی بیانی اوقاف اور کالیوں پر سبھیں۔ یہ مقامات سلوك میں سب سے اہل مقام ہو کر دشمنوں کی خداویزا پرسبر کی جائے، یعنی یہ حضرت جن لوگوں کی خروجی ای اور بھروسہ میں اپنی ساری قوت و قوانینی اور ساری عمر فریض کرتے ہیں انہیں کی طرف سے اُس کی جزا میں گالیاں، اینیاں، طرح طرح کے جو رسم انکے

مقابلے میں آتے ہیں اُن پر صبر جیل کرنائی یعنی استقام کارادہ بھی نہ کرتا یہ وہ عالی مقام پر جو اصطلاح صوفیہ میں فنا کامل کے بغیر تسبیب نہیں ہوتا۔
واہ بیرون ہجھ بھیڑا بیلہ، ہجھ بیخ الہا کے لفظی معنی کسی پیڑ کو نج و ملال بیڑ ای کسی اندر پھوٹنے کے آئیں۔ مبنی ہے کہ تکذیب کرنے والے کفار بوجچہ آپ کو اینا کے کلات پکتے ہیں آپ اسکا استقام تو ان سے نہیں گران سے تعلقات بھی نہ رکھیں۔ مگر تو قیامت کے وقت انسان کی طبعی حادثت یہ ہے کہ جس تعلق افطار کے وقت کھانا سامنے آیا تو اس آیت کا دعیان آئیں، کھانا کے اٹھوادیا۔ اگلے دو پیڑ شام کو ایسا ہی ہوا، کھانا اٹھوادیا۔ تیرسرے روز پھر ایسا ہی ہوا تو انہکے صاحزادے حضرت ثابت بن عقبہ کا جو حکم دیا گیا تو سماں تھے، ہجرا جیلا کی قید لگادی گئی کہ آپکے منصب عالی اور علیٰ عظیم کا اقاضا یہ ہے کہ جن کفار سے ترک تعلق کریں زبان بھی ان کو برا کپٹے سے غدوڑا رکھیں۔

بعض حضرات منترين نے فرمایا ہے کہ آیات بجا و دجال جو بعد میں نازل ہوئیں ان سے اس آیت کا کھنوسخ ہو گیا، لیکن غور کیا جائے تو مشو خ پکنے کی مزورت نہیں، کیونکہ آیات مذکورہ میں کفار کی اینا اؤں پر صبر اور ہجر کی تلقین ہے یہ زبر اور سزا و مقال کے منافی نہیں، اس آیت کا حکم ہر وقت ہر حال میں ہر ادعا مقال و جواب میں جو زرد مزرا ہے اسکا حکم خاص اوقات میں ہے اور اسلامی مقال و جواب در حقیقت کوئی استقام یا اپنا غصہ کھالا نہیں، جو صبر اور ہجر جیل کے منافی ہو بلکہ خالص حکم خداوندی کی تعمیل ہے جس طرح صبر اور ہجر جیل حامی حالت میں اس کی تعمیل ہے یہاں تک رہوں اثر مصلحت عکیلہ کو کفار کی اینا اؤں پر صبر اور ترک استقام کی تلقین ہی اگر آپ کی سلی کے لئے ان کفار پر جو عذاب آخترت میں آئے والا ہے اسکا بیان ہے مقصده ہے ان کی چند روزہ چیرہ دتی اور ظلم و جور سے آپ ملوں نہ ہوں ان کو اونتھ قیامی سخت عذاب میں پرکشی دالا ہے مان جھکت ریانی کے تھامنے سے پکھ ہماتنہ رکھی ہی اسیں آپ جلدی کی فکر فرا دیں یہی خوب ہے بعد کی آیت (۱۷) وَالْمُكْتَبَ بِلَّا أُنْهَىٰ التَّعْمَدَ وَمَكْلُومٌ قَلِيلًا، کاسیں کفار کلہ میں کو اولیٰ النعمۃ فرمایا ہے۔ نعمت بیفع النون کے سنتے تنعم یعنی عیش و عشرت اور مال و اولاد کی بہتان کے میں اسیں اشارہ ہے کہ دُنیا کے مال و اولاد اور نازو نہت میں مست ہو جانا اُسی شخص سے ہو سکتا ہے جو آخرت کی تکذیب کرنے والا ہو۔ تو من کو بھی یہ پیڑیں بسا اوقات فصیب ہوئی ہیں مگر دوستان میں ایسا مست نہیں ہوتا اسکے دُنیا کے مال و اولاد و راحت کے وقت یعنی اسکا قاب تکار خرت سے خالی نہیں ہوتا۔ خالص عیش و عشرت اور بالکل بے نکاری اس دُنیا میں کافروں اور کارت کی تکذیب کرنے والوں ہی کا حصہ ہو سکتا ہے۔

اگر آخرت کے اس سخت ترین عذاب کا ذکر ہے جس میں پہلے اسکا کافی جس کے منصب قید و بند اور زنجروں کے ہیں۔ پھر جنم کی شدید آگ کا ذکر فرمایا۔ پھر ایں جنم کے دردناک کھانے کا ذکر یہ طحاماً ذا عصمت، تھبہ کرنٹی میں لگائی تے والی پھنڈ سے کھیں کہ کوئی لغیر ملکی میں اس طرح پھنس جائے کرنے مگلا جا سکے باہر لا جائے۔ هریم اور قوم جوار جنم کو کھانے کے لئے دیا جائیکا الحکیمی حال ہو جا

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اسیں آگ کے کائنے ہو گئے جو ملکی میں پھنس جائیں گے (فتوذ بالثیر منہ)
آخر میں فرمایا تھا، ان معین مذکوں کے ذکر نے کے بعد نہیں فتح اکار اس طرف اشارہ کیا گیا کہ اور عذاب ان سے بھی زیادہ شدید و سخت ہیں جو کہ کوئی انسان تصور نہیں کر سکتا۔ (اَنَّمَا حَفَظْنَا مِنْهَا)
سافت صدیقین کا تجھٹ آخِرَت امام احمد۔ ابن ابی داؤد۔ ابن عذری اور بیہقی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی یہ آیت سخنی تو خوف سے پھوٹ ہو گیا، اور حضرت حسن بصریؓ، ایک دن روزہ سے تھے افطار کے وقت کھانا سامنے آیا تو اس آیت کا دعیان آئی، کھانا کے اٹھوادیا۔ اگلے دو پیڑ شام کو ایسا ہی ہوا، کھانا اٹھوادیا۔ تیرسرے روز پھر ایسا ہی ہوا تو انہکے صاحزادے حضرت ثابت بن عنبی اور زیری پیغمبری بخار کے پاس گئے اور حال سنایا، یہ تمیون حضرات آئے اور حضرت حسن کو کھانے کا بہت اصرار کرتے رہے جب مجبور ہو کر کچھ تسلی فرمایا (روح العانی)
آگ کے کچھ قیامت کے ہولناک واقعات کا بیان فرمایا یوم توحیث الارض و المیان آیت اس کے بعد کافر مکہ کو خوفون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فتحہ سن کار اس سے ڈالیا کہ جس طرح فرعون اپنے زرکوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کر کے گرفتار عذاب ہوا، تم بھی اس پر مجھے رہے تو سمجھ لو کہ تم پر بھی ایسا ہی کوئی عذاب دُنیا میں آسکتا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اگر دُنیا میں کوئی عذاب نہیں آیا تو قیامت کے اُس دن کے عذاب سے سکھیں کون بچا کے گا جس کی ہولناکی اور طویل کی وجہ سے بچے بودھے ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ روز قیامت کے شدید اور ہولناک ہونکا بیان ہے کہ اسیں لوگوں پر ایسا خوف اور ہول طاری ہو گا کہ الگ کوئی بچہ بھی ہو تو بورھا ہو جائے غرضہ راد اس سے ایک تکشیل ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مراد حقیقت ہے اور روز قیامت استقدر طویل ہو گا کہ اس میں ایک بچہ بھی بڑھا پے کی عمر کو پہنچ جائے گا (قرطبی دوڑھ)
قیام ایں کی خوبیت مشو خ ہو گئی شروع سورت میں قسم ایں میں سے رسول امیر مصلحت علیہ ملک اور سب مسلمانوں پر قیام ایں میں کو خوف قرار دیا گیا تھا اور اس قیام کا طویل ہونا بھی فرض تھا مگر اسکے طول میں انتیار دیا گیا تھا کہ آدمی رات سے کچھ کم پا کچھ زیادہ اور کم سے کم ایک ستمہ رات ہونا چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت اس فرض کی ادائیگی میں اکثر عزمیت پر عمل خرائے اور زیادہ سے زیادہ رات کا وقت اس نازمیں اگزار تے سختے جو دہمی رات کے

قریب ہوتا تھا۔ ہر رات میں یہ عمل پھر دن میں دین کی دعوت و تبلیغ اور ذاتی ضروریات خصوصاً صحابہ کرام کی مشترک محنت مزدوری یا تجارت کرتے تھے، اس طویل و ثقیل عالم کی پابندی کو درجنہ اسی مصلحت علیہ ملک اور صحابہ کرام کے پاؤں درم کرائے۔ ان کی یہ شفقت و محنت امیر مصلحت کے سامنے سمجھی وہ اس سے بجزی واقعت سے مکر علم الہی میں پہنچے ہی سے معین تھا کہ اتنی محنت کا فرضیہ پسند روز

ہی رکھا جائیگا تاکہ اپنے اور صاحب اکرام محنت و ریاضت کے خواہ جو جائیں جس کی طرف آیات مذکورہ میں بھی رکھا جائیں۔ عین قرآن کی نافلۃ اللاق پسندیدہ اصلی محتوى میں بھکن نہیں ہے پھر اس کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو آئیں افظع لذت سے غصہ ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے یہ پوری تفصیل اور نماز تہجد کی فرضیت مذکورہ میں نماز صرف نفس و سخب کے درج میں اسی یا ساختہ کے درج میں یہ پوری تحقیق سورہ بنی اسرائیل کی کرت مذکورہ کے تحت میں گز بچکے ہے وہاں دیکھ لیا جائے دہاں تہجد کے خاص ذہنیں اور سائل کا بھی ذکر کرو یا گیا ہے۔

ایت جن کے ذریعہ نماز تہجد کی فرضیت مذکورہ ہوئی اُن رَبِّكَ يَعْلَمُ مَا شَرِعْتُ ۝ وَ كَرَّ فَاقْرَأْتُهُ ۝ مَا تَسْتَعِنُ مَعْنَى تک آئی ہے یہ آیت شروع سورت کی آیات سے ایک سال یا آٹھ ماہ بعد نازل ہوئی تھی اور سال بھر کے بعد قیام اللیل کی فرضیت مذکورہ ہوئی، سند احمد، سلم۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ ونسائی میں حضرت عائشہ رضی رہے سے روایت ہے کہ انش تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں قیام اللیل کو فرض کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ایک سال تک اس کی پابندی کرتے رہے سورت کا آخری حصہ اللہ تعالیٰ نے بارہ بیعتیں تکمیل آسمان میں روک رکھا سال بھر کے بعد آخری حصہ نازل ہو اب میں قیام اللیل کی فرضیت مذکورہ کی تخفیف ہو گئی اور بعد قیام اللیل صرف قلوب و عقول ہی ادازہ رفع المعنی) پھر ان آیات میں مندرج علم کی علت یہ تبلیغی ہے کہ علمر آن تین تھمہ مذکورہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ تم اس کا احصاء نہ کر سکو گے۔ احصاء کے فتنی معنے شمار کرنے کے ہیں۔ مطلب آیت کا بعض حضرات مفسرین نے یہ قرار دیا ہے کہ قیام اللیل میں اللہ تعالیٰ نے اگرچہ مقدار و دقت کی پوری تینیں بیش فرمائی بلکہ ایک تہائی رات سے دو تہائی رات تک کے درمیان کا واقعہ مقرر فرمایا تھا مگر صحابہ کرام جب اس نماز میں شغول ہوتے تو اشتغال نماز کے ساتھی معلوم ہوا تو شوار تھا کہ رات اُدمی ہوئی یا کام و بیش کیوں کیوں اوقات معلوم کرنے کے ایسے آلات گھٹریاں وغیرہ اُس زمانے میں موجود نہ تھیں، اور ہر قریب میں تسبیح ختم نہ کے ساتھ بار بار گھٹریوں کو دیکھتے رہنا ان حضرات کے حالات اور انکے خشوع و خضوع کے ساتھ اس نہ تھا ایسے سخت ہوئے کہ تھمہ کے او بعض حضرات نے یہاں احصاء سے مراد عمل احصاء میںیں اس طویل وقت اور نیت کے وقت کی نماز پر مادامت نہ کر سکا مزادیا ہے۔ لفاظ احصاء اس سختے کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں اسما اللہ الحسنی کے بارے میں آیا من احصاءها اخلاق الجنة، اس میں فقط احصاء کا مفہوم بہت سے علماء نے عمل احصاء لیا ہے یعنی اسماء اللہ الحسنی کے مقصودی پر پورا عمل ہونا، جیسا کہ محدثوں میں آیت و دین تَعَدُّ دَيْنُهُ تَلَاهُ لَا تَحْمُلُهُ کے تحت میں اس کی تفصیل لکھی گئی (پارہ علیاً سورہ ابراہیم) دیکھ اعلیٰ کرو، لفظ توبہ کے اصلی سنت رجوع کریں۔ گناہ سے توبہ کو بھی اسی لئے تو پر کہا جاتا ہے

قرآن کرم میں بہت سی آیات کے مذکورہ ہونے والے عالمانہ تبصیر کیا جاتا ہے اس تقریر سے وہ بشمول فتح ہو گیا، اکی نماز تہجد خاص رسکوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کے بعد ہمیں فرض وہی بعض ائمہ تفسیر نے اسی کو اختیار کیا ہے اسکا تدلیل سورہ بنی اسرائیل کی آیت و دین اللیل فتح تہجد نہ کافلۃ اللاق سے کر جیسی نماز تہجد کو خاص اپنے ذمہ ایک نامذکورہ مذکورہ کی میثمت سے ماذکور کیا ہے کیونکہ نافل کے لغوی معنی زائد کے آئتے ہیں اور مراد فرضہ زائدہ ہے مگر جو علامہ کے نزدیک صحیح ہی ہے کہ فرضیت اس نماز کی امت اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سے مذکورہ ہو گئی البستہ بطور احتجاب اس کی ادائیگی سب کے لئے بھائی رہی اور آیت مذکورہ میں نافلۃ اللاق پسندیدہ اصلی محتوى میں بھکن نہیں ہے پھر اس کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو آئیں افظع لذت سے غصہ ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے یہ پوری تفصیل اور نماز تہجد کی فرضیت مذکورہ میں نماز صرف نفس و سخب کے درج میں اسی یا ساختہ کے درج میں یہ پوری تحقیق سورہ بنی اسرائیل کی کرت مذکورہ کے تحت میں گز بچکے ہے وہاں دیکھ لیا جائے دہاں تہجد کے خاص ذہنیں اور سائل کا بھی ذکر کرو یا گیا ہے۔

ایت جن کے ذریعہ نماز تہجد کی فرضیت مذکورہ ہوئی اُن رَبِّكَ يَعْلَمُ مَا شَرِعْتُ ۝ وَ كَرَّ فَاقْرَأْتُهُ ۝ مَا تَسْتَعِنُ مَعْنَى تک آئی ہے یہ آیت شروع سورت کی آیات سے ایک سال یا آٹھ ماہ بعد نازل ہوئی تھی اور بعد اٹھ پڑی ہے وہنا پھر کسی باقی رہا اور اسیں کبھی یہ آسانی کر دی گئی کہ وقت کی اور تلاوت قرآن کی کوئی تکمیل نہیں رکھی گئی، ہر شخص اپنی طاقت و فرست کے مطابق جستے وقت میں ادا کر سکے کہ لے اور اسیں جتنا قرآن پڑھنا اسانی سے ہو سکے پڑھے۔

احکام شرعی کے مذکورہ ہو گئی حقیقت [دنیا کی حکومتیں یا ادارے جو اپنے قوانین میں افریم و شیعہ کرنے پڑتے ہیں اس کی بیشتر وجہ تو ہوئی ہے کہ بھرپور کے بعد کوئی نئی صورت حال سامنے آتی ہے جو پہلے سے معلوم نہ تھی تو اس صورت حال کے مطابق پہلے حکم کو مذکورہ ہو کر کے دوسرا حکم جاری کر دیا جاتا ہے مگر احکام الہی سبیں اس کا کوئی تصور و احتمال نہیں ہو سکتا کیونکہ انش تعالیٰ کے علم میتوatzی اور ایسی سے کوئی چیز باہر نہیں۔ کوئی حکم شرعاً جاری ہو سکے یعنی قوتوں کے کیا حالات رہیں گے کیا کیا صورتیں پیش آئیں گی حق تعالیٰ کو پہلے ہی سے معلوم ہو سکیں باقاعدنا نے تکمیل و مددوت کوئی حکم کچھ عرصہ کے لئے جاری کیا جاتا ہے پہلے ہی سے اسکا ہمیشہ جاری رکھنا مقصود نہیں ہو سکتا بلکہ ایک مدت اس کے علم میں معمون ہوئی ہے کہ اس مدت تک حکم جاری رہے جیسا کہ مگر اس مدت کا اظہار مغلوق یا مغلوق نہیں کیا جاتا، الفاظ کے علوم سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ علم غیر موقت اور دو ایسی ہے عند اللہ جو اسی مدت مقرر ہے جب وہ مدت ختم ہو کر حکم داپس لیا جاتا ہے تو مغلوق کی نظر میں حکم کی مذکورہ ہوئی تھی اور حقيقة اسی مدت ہو تاہم یعنی اس وقت مغلوق پر ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ ہم نے حکم ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ صرف اسی مدت کے لئے جاری کیا تھا اب وہ مدت ختم ہو گئی حکم باقی نہیں رہا۔

قرآن کرم میں بہت سی آیات کے مذکورہ ہونے والے عالمانہ تبصیر کیا جاتا ہے اس تقریر سے وہ بشمول فتح ہو گیا، اکی نماز تہجد خاص رسکوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کے بعد ہمیں فرض وہی بعض ائمہ تفسیر نے اسی کو اختیار کیا ہے اسکا تدلیل سورہ بنی اسرائیل کی آیت و دین اللیل فتح تہجد نہ کافلۃ اللاق سے کر جیسی نماز تہجد کو خاص اپنے ذمہ ایک نامذکورہ مذکورہ کی میثمت سے ماذکور کیا ہے کیونکہ نافل کے لغوی معنی زائد کے آئتے ہیں اور مراد فرضہ زائدہ ہے مگر جو علامہ کے نزدیک صحیح ہی ہے کہ فرضیت اس نماز کی امت اور

کہ دھا پنے چکلے گرم و گناہ سے رجوع ہوتا ہے اس جگہ مراد صرف رجوع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم قیام اللہ کی فرضیت کا واپس لے لیا آفریں فرایا۔

فَإِنَّهُ مِنْ أَنْتِكُمْ مَنْ فَرَضْتَ لَهُ مِنَ الْأَئْمَةِ فَإِذَا هُوَ مُؤْمِنٌ كُلُّ مَا طَلَبَ يَهْوَى كُلُّ مَا طَلَبَ يَهْوَى
نیک کام اپنی زندگی میں کرگزرو وہ بہتر ہے اس سے کمریکے وقت دھیت کرو اسیں مالی عبادت صدقہ خیرات بھی داخل ہے اور نمازو زدہ وغیرہ بھی جو کسی کے ذمہ قضاہ پر اپنے ہاتھ سے اپنے سامنے اللہ کی راہ میں فریغ کر کے اس سے سکد و شکی بہتر ہے بعد میں تو دارثوں کے اختیار میں بات دہی ہے وہ کریں یا نہ کریں۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ تم میں ایسا کون ہے جو اپنے وارث کے مال سے بہت اپنے مال کے زیادہ بھت کر کتا ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اپنے وارث کے مال کی بھت خود اپنے مال سے زیادہ رکھے۔ آپ نے فرمایا سوچ کر بات کرو و صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو اس کے سوا کوئی دوسرا صورت معلوم نہیں، آپ نے فرمایا (جب یہ بات توجہ کر کے فرضیت نظر بھی اور آخر صورت میں جو اتنا صحت صلوٰۃ کا حکم آیا ہے اس سے ملا) پچھلے معاذیں فرضیت ہیں (ابن کثیر قطبی۔ بحر معظیط)

اسی طرح آنٹوۃ اللہ تک حکم ہیں زکوٰۃ سے زکوٰۃ فرض مراد ہے مگر مشہور ہے کہ زکوٰۃ بعد بھرت دوسرے سال میں فرض ہوئی، اور یہ آیت کی ہے۔ ابدا سے اسلام میں نازل ہوئی ہے اس نے بعض مفسرین نے خاص اس آیت کو مدفنی کیا ہے۔ مگر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ تو مکمل مردیں اور ایں اسلام ہی بیس فرض ہو گئی ہو مگر اس کے نصاب اور مقدار واجب کی تفصیلات مدینہ طیبہ میں بھرت کے دوسرے سال میں بیان کی گئی ہوں، اس طرح آیت کے سکی ہونے کی صورت میں بھی اس کو زکوٰۃ فرض پر مول کیا جاسکتا ہے۔ مسروج المخالف میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور اس کی پوری تحقیق احقر کے رسالہ نظام زکوٰۃ میں تفصیل سے کمی ہے۔

وَأَنْهِيَ فِرَضَكُنْدَلَةَ قَوْدَهَا حَسْنَاهُ، اشترتعالیٰ کی راہ میں فریغ کرنے کو اس عنوان سے تعبیر کیا گی کہ گویا یہ فریغ کرنے والا اشرک کو فرض دے رہا ہے اسیں اسکے عالی پر لطف و کرم کی طرف اشارہ بھی ہے اور اسکا بیان ہی کہ اشرک تعالیٰ غنی الاغیان ہے اُس کو دیا ہو تو فرض کی بھی مار انہیں جا سکتا ضرور و صہول ہو گا، اور جو کہ زکوٰۃ فرض کا حکم اس سے پہلے آچ کا ہے اس لئے آنٹوۃ اللہ میں جس خیرات اور فی سیل امثل فریغ کرنے کا ذکر ہے اس کو اکثر حضرات نے صدقات نافذ اور تبریمات پر مجمل کیا ہے جیسے اپنے اقارب و اعزاء کو کچھ دینا یا ہم ان کی بھانی پر فرض کرنا یا علماء صدھا کی خدمت کرنا وغیرہ اور بعض حضرات نے اسکا مفہوم یہ قرار دیا ہے کہ زکوٰۃ کے ملادہ بھی بہت سے مالی واجبات انسان پر ماند ہوتے ہیں۔ جیسے مال پاپ، بیوی، اولاد کا نفقہ واجب یا دوسرا شرعیہ قو آنٹوۃ اللہ میں ادا سے زکوٰۃ کا حکم دینے کے بعد دوسرے واجبات کا ذکر آنٹوۃ اللہ سے کر دیا گی۔

وَمَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٌ مُّلْكٌ مُّنْ قُنْ خَيْرٌ الْآتِيَةِ، وَمَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٌ مُّلْكٌ كُلُّ مَا طَلَبَ يَهْوَى
نیک کام اپنی زندگی میں کرگزرو وہ بہتر ہے اس سے کمریکے وقت دھیت کرو اسیں مالی عبادت صدقہ خیرات بھی داخل ہے اور نمازو زدہ وغیرہ بھی جو کسی کے ذمہ قضاہ پر اپنے ہاتھ سے اپنے سامنے اللہ کی راہ میں فریغ کر کے اس سے سکد و شکی بہتر ہے بعد میں تو دارثوں کے اختیار میں بات دہی ہے وہ کریں یا نہ کریں۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ تم میں ایسا کون ہے جو اپنے وارث کے مال سے بہت اپنے مال کے زیادہ بھت کر کے رکھے۔ آپ نے فرمایا سوچ کر بھی اسی نہیں جو اپنے وارث کے مال کی بھت خود اپنے مال سے زیادہ رکھے۔ آپ نے فرمایا سوچ کر بات کرو و صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت معلوم نہیں، آپ نے فرمایا (جب یہ بات تو سمجھو کر) تھا مال وہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھ سے اللہ کی راہ میں فریغ کر دیا اور جو رہ گیا وہ تھا مال نہیں بلکہ تھا سے وارث کمال ہے (ذکر این کثیر پاسنادابی بیتلہ الوسلی ثم قال درواه البخاری عن عبد
حسن بن غیاث الر)

سیورۃ المزمل بسم اللہ یوم الشکر ۲۳ ربیع الثانی ۹۱ھ